❁❁❁ تقریر ❁❁❁

تقریر بابت خاندان مسیح موعودؑ

وقت 5-7 منٹ

محترم سیّد محمد احمد صاحب

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

اَلتَّآئِبُوۡنَ الۡعٰبِدُوۡنَ الۡحٰمِدُوۡنَ السَّآئِحُوۡنَ الرّٰکِعُوۡنَ السّٰجِدُوۡنَ الۡاٰمِرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَالنَّاہُوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَالۡحٰفِظُوۡنَ لِحُدُوۡدِ اللّٰہِ ؕ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ(التوبہ:112)

یعنی توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، (خدا کی راہ میں) سفر کرنے والے، (لِلّٰہ) رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کا حکم دینے والے اور بُری باتوں سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے، (سب سچّے مومن ہیں) اور تُو مومنوں کو بشارت دے دے۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترم سیّد محمد احمد صاحب"**

محترم سیّد محمد احمد صاحب 1925ء میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ اور اُن کی دوسری اہلیہ مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا آپ کی پھوپھی جان تھیں۔ آپ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے داماد تھے۔

آپ نے قادیان سے 1939ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور پھر گورنمنٹ کالج لاہور سے بی ایس سی کا امتحان دیا۔ پھر آپ 1943ء میں رائل انڈین ایئر فورس میں بطور فلائٹ کیڈٹ کے شامل ہوگئے۔ 1943ء میں ہی آپ نظام وصیت میں شامل ہوئے۔

آپ کی شادی 13 نومبر 1952ء کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی سب سے چھوٹی بیٹی صاحبزادی امۃ اللطیف صاحبہ سے ہوئی۔ تقریب رخصتانہ کے موقع پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے دوستوں سے دعا کی درخواست کرتے ہوئے یہ عارفانہ نکتہ بیان فرمایا کہ

"شادی ایک اندھیرے کا قدم ہوتی ہے اور اس کے انجام کا علم خدائے علیم و خبیر کے سوا کسی کو نہیں ہوتا۔ والدین نیک نیت اور نیک امیدوں کے ساتھ ایک قدم اُٹھاتے ہیں لیکن اس قدم کو ہر قسم کے خطرات سے بچا کر دینی اور دنیوی برکتوں سے نوزانا اور کامیابی کے ساتھ انجام تک پہنچانا صرف خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ علیہ توکلتُ و الیہ انیب۔"

(روزنامہ الفضل لاہور 6 نومبر 1952ء)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازا جن میں مکرم سید ہمایوں ظفر احمد صاحب، مکرم سید ہارون مکرّم احمد صاحب، مکرم سید ہاشم اکبر احمد صاحب، مکرم سیّد معزّز احمد صاحب اور مکرمہ سیدہ عائشہ صدیقہ صاحبہ اہلیہ مکرم احمد حمید قریشی صاحب شامل ہیں۔

سامعین! آپ 1943ء میں فلائٹ کیڈٹ بھرتی ہوئے اور جنگ عظیم میں فائٹر پائلٹ کے طور پر برطانیہ کی طرف سے جنگ میں شامل ہوئے۔ جنگ کے دوران برما فرنٹ پر 1945ء میں آپ کے جہاز کو ایک دفعہ کریش لینڈنگ بھی کرنی پڑی۔ جہاز تباہ ہوگیا لیکن آپ معجزانہ طور پر محفوظ رہے۔ پھر 1947ء میں آپ کی ٹرانسفر سول ایوی ایشن کے محکمہ میں ہوگئی۔ انڈین نیشنل ایئر بیس میں فلائنگ ڈیوٹی ادا کرتے رہے اور اس وقت 1947ء میں حالات خراب تھے۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کی وفات بھی 1947ء میں ہوئی تھی لیکن حالات کی وجہ سے آپ ان کے جنازے میں شامل نہیں ہوسکے اور دو دن بعد قادیان پہنچے تھے۔

آپ جب ایئر فورس میں تھے تو اُس وقت پارٹیشن کے وقت جماعت نے حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر دو چھوٹے جہاز خریدے تھے۔ ان جہازوں کے لیے پائلٹ کی ضرورت تھی۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات مجھے پیغام ملا کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بلایا ہے کہ فوراً آجاؤ تو آپ اُسی وقت قادیان روانہ ہوگئے اور وہاں

جا کے یہ طے پایا کہ جہاز کے انچارج حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، جو اُس وقت صدر مجلس خدام الاحمدیہ تھے وہ ہوں گے اور آپ اُن کے تحت کام کریں گے۔ آپ نے اُس وقت ضروری سامان پاکستان پہنچایا تھا۔

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کے بعد خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے آپ کی زندگی سے متعلق دو اہم اور مشہور واقعات بڑی تفصیل سے بیان فرمائے۔ وہ واقعات کچھ یوں ہیں:

"ایک بڑا تاریخی اور بڑا اہم واقعہ ہے وہ یہ ہے کہ ایک دن صبح مجھے مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قصر خلافت کے دفتر میں بلایا اور مجھے کہا کہ تمہیں اپنی آج سب سے قیمتی چیز مَیں دے رہا ہوں جو تم نے لاہور لے کر جانی ہے اور شیخ بشیر احمد صاحب کے سپرد کرنی ہے اور اس چیز کی حفاظت اور احتیاط کے بارے میں تم نے شیخ صاحب کو انہی الفاظ میں بیان کرنا ہے جیسا مَیں تمہیں بتا رہا ہوں اور ان سے وصولی کی رسید بھی لینی ہے جو پھر تم نے واپس آ کر مجھے دینی ہے۔ تو میر صاحب کہتے ہیں کہ میرا ناپختہ ذہن تھا اُس وقت یہ خیال مجھے آیا کہ شاید حضور مجھے کوئی جماعت کا خزانہ یا جواہرات اور ہیروں کا بکس دیں گے جو مَیں نے لے کر جانا ہے۔ لیکن تھوڑی دیر بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اپنی جگہ سے اٹھے اور ایک میلا سا چھوٹا ٹریول بیگ لا کر مجھے دیا۔ بیگ کینوس کا تھا اور زِپ (zip) بھی اُس کا ٹوٹا ہوا تھا۔ بیگ کاغذات سے بھرا ہوا تھا۔ آپ نے وہ بیگ میرے سامنے رکھا اور فرمایا کہ میری قرآن شریف کی لکھی ہوئی تفسیر کا کچھ حصہ تو چھپ چکا ہے۔ کچھ حصہ لکھا جا چکا ہے مگر ابھی چھپا نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا کہ مگر ابھی بہت سے حصہ کی تفسیر لکھنے کا کام باقی ہے۔ چونکہ میری زندگی کا ایک بڑا مشن اس تفسیر کو مکمل کرنا ہے اس لئے میری عادت ہے کہ دن ہو یا رات، چلتا پھرتا ہوں یا کوئی اور کام کر رہا ہوں مگر جو بھی کر رہا ہوں اگر قرآن شریف کی کسی آیت کے بارے میں میرے ذہن میں کوئی نیا مطلب آئے تو مَیں فوراً اس پوائنٹ کو ایک سادہ کاغذ پر لکھ کر اس بیگ میں ڈال کر محفوظ کر لیتا ہوں تاکہ بوقت ضرورت کام آ سکے۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ ضروری نہیں کہ ان کاغذات پر لکھے ہوئے نوٹس میں کوئی ترتیب ہو مگر میرے لئے یہ بہت بڑا سرمایہ ہے۔ تو میر صاحب کہتے ہیں مَیں نے حضور سے بیگ لیا، اُسے سنبھالا اور ہوائی جہاز پر رکھ کر لاہور لے گیا اور وہاں جا کے ائرپورٹ سے فون کر کے شیخ بشیر احمد صاحب کو بلایا اور ان کے یہ سپرد کر دیا اور ان سے رسید لی۔ یہ کافی لمبا واقعہ ہے اور ایک تاریخی واقعہ ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کے اہم قیمتی نوٹس جو تھے وہ یہ لے کر آئے۔ اس بارے میں حضرت مصلح موعود نے خاص تاکید فرمائی تھی۔ بہرحال 1950ء میں پھر حضرت مصلح موعود نے ان کو کہہ دیا کہ ٹھیک ہے اب تم ائرفورس واپس جا سکتے ہو جہاں انہوں نے 1965ء تک ائرفورس میں ملازمت کی اور وِنگ کمانڈر کے عہدے تک پہنچے اور اس دوران میں انہوں نے بعض بڑے کورسز بھی کئے۔ انگلینڈ میں بھی کورسز کئے۔ 1960ء سے ترسیٹھ تک کوئٹہ میں آرمی کمانڈ اینڈ سٹاف کالج میں بطور انسٹرکٹر بھی رہے۔ وار پلاننگ (war planning) کے انچارج بھی رہے اور جب یہ 1953ء میں کچھ فضائیہ کے ٹریننگ کورس کرنے کے لئے یہاں آئے تھے اس وقت مکرم چوہدری ظہور باجوہ صاحب یہاں مشنری تھے تو کہتے ہیں کہ اپنی ٹریننگ مکمل کرنے کے بعد کیونکہ میری واپسی کے چند دن باقی تھے اس لئے یہاں مشن ہاؤس میں باجوہ صاحب کے پاس مَیں ٹھہر گیا۔ اس وقت کہتے ہیں مجھے باجوہ صاحب کے ذریعہ سے کرنل ڈگلس صاحب سے ملاقات کا موقع پیدا ہوا۔ باجوہ صاحب نے انہیں میرا تعارف کروایا۔ کہتے ہیں کہ کرنل ڈگلس صاحب کے پاس گئے تو اُن سے مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس مقدمہ کے بارے میں پوچھا جو قتل کا مقدمہ تھا۔ کہتے ہیں کرنل صاحب نے کہا کہ مَیں اس وقت گورداسپور کا ڈپٹی کمشنر تھا۔ کہتے ہیں کہ کیپٹن ڈگلس صاحب نے کہا کہ جب یہ قتل کا مقدمہ میرے پاس پیش ہوا اس سے چند سال پہلے کا ایک واقعہ ہے جہاں سے مَیں تمہیں سنانا شروع کرتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ مَیں اس زمانے میں بٹالہ کا اسسٹنٹ کمشنر تھا۔ ایک روز مَیں امرتسر سے بٹالہ ٹرین میں واپس آ رہا تھا۔ کرنل ڈگلس نے ان کو بتایا (یہ بھی ایک تاریخی واقعہ ہے) کہ آخری بوگی کے فرسٹ کلاس میں سوار تھا تو امرتسر سے چلنے سے پہلے وہ کہتے ہیں کہ مجھے گورداسپور کے اسسٹنٹ کمشنر کا پیغام ملا کہ مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے اس لئے میں تمہیں بٹالہ کے سٹیشن پر ملوں گا۔ کرنل ڈگلس کہتے ہیں جب ٹرین بٹالہ پہنچی تو اسسٹنٹ کمشنر گورداسپور سٹیشن پر موجود نہیں تھا۔ اس خیال سے کہ شاید ٹرین کی سب سے اگلی بوگی والے فرسٹ کلاس میں مجھے ڈھونڈ رہا ہو گا۔ مَیں جلدی سے ٹرین سے اُترا اور پلیٹ فارم کے جنگلے کے ساتھ ساتھ جلدی جلدی قدم بڑھاتے ہوئے ٹرین کے سب سے اگلے حصہ کی طرف روانہ ہوا۔ پھر کرنل ڈگلس نے ان کو بتایا کہ جب مَیں پلیٹ فارم کا قریباً دو تہائی حصہ عبور کر چکا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے سے ایک شخص چلا آ رہا ہے نگاہیں نیچی ہیں بے حد نورانی چہرہ ہے اُس کے چہرے میں ایک ایسی کشش تھی کہ میرا دل اور دماغ ہل کر رہ گئے۔ کرنل صاحب کہتے ہیں کہ لگتا تھا کہ اُسے دنیا سے کوئی رغبت ہی نہیں اور وہ آہستہ آہستہ چلا آ رہا تھا۔ میرے لئے ممکن ہی نہ رہا کہ اتنے نورانی چہرے سے اپنی نگاہیں اٹھا سکوں چنانچہ مَیں ٹکٹکی باندھے اس کے چہرے کی طرف دیکھتا رہا۔ وہ شخص میرے پاس سے گزر گیا تو پھر بھی مَیں اُسے دیکھتا رہا اور آہستہ آہستہ گھومتا گیا اور آخر کار مَیں الٹے پاؤں چلنے لگ گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دوسری طرف جا رہے تھے یہ دوسری طرف جا رہے تھے۔ حضرت مسیح

موعود علیہ السلام کو دیکھنے کے لئے انہوں نے اپنا رخ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف کر لیا اور الٹے پاؤں جس طرف جا رہے تھے اس طرف چلنا شروع کر دیا تا کہ مَیں اس شخص کو دیکھتا رہوں۔ تو کہتے ہیں اس عرصے میں اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر جو انڈین تھا وہ بھی اپنی جھنڈیاں لے کر آ گیا لیکن اس نے مجھے نہیں دیکھا۔ الٹا چلتے ہوئے ہماری ٹکر ہو گئی جس کی وجہ سے وہ گر گیا حالانکہ قصور میرا تھا لیکن کیونکہ اس وقت انگریزوں کی حکومت تھی وہ اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر مجھ سے معافیاں مانگنے لگ گیا۔ اس سے مَیں نے کہا نہیں تمہارا قصور نہیں، میرا ہے۔ خیر مَیں نے اس سے پوچھا کہ یہ جو شخص جا رہا ہے یہ کون ہے؟ تو اس اسٹیشن ماسٹر نے کہا آپ نہیں جانتے؟ یہ قادیان کے مرزا صاحب ہیں۔ تو کہتے ہیں مَیں اس وقت جذباتی طور پہ بڑا مغلوب ہو چکا تھا۔ ایسا نورانی چہرہ مَیں نے ساری عمر کبھی نہیں دیکھا تھا اور یہ اثر مجھ پر کافی عرصے تک قائم رہا۔ پھر آہستہ آہستہ بھول گیا۔ کہتے ہیں کہ پھر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فائل آئی اور مَیں جج مقرر ہو کے آیا تو اُس وقت مَیں نے دیکھا کہ فائل بڑی مکمل ہے۔ جو کیس بنایا گیا ہے یہ بڑا صحیح طریقے سے بنایا گیا ہے اور کوئی اس میں سقم نہیں ہے اور ملزم کو سزا بہر حال دینی پڑے گی۔ لیکن کہتے ہیں مگر جب مَیں نے یہ پڑھا کہ ملزم مرزا غلام احمد آف قادیان ہے تو مجھے ایک سخت دھچکا لگا۔ وہ کئی سال پہلے کی پُرانی بات مجھے یاد آ گئی اور میرا دل ہرگز یہ ماننے کے لئے تیار نہیں تھا کہ جو چہرہ مَیں نے بٹالہ کے اسٹیشن پر چند سال پہلے دیکھا تھا وہ ایسا کام کرے بلکہ ایسا سوچ بھی سکے۔ کہتے ہیں کہ مَیں بہت پریشان ہوا اور متواتر پریشان رہا اور کئی بار فائل میں سے کوئی غلطی نکالنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ اس پریشانی کی حالت میں کہتے ہیں مَیں نے انگریز ڈی ایس پی کو اپنے دفتر میں بلوایا تا کہ اس کے ساتھ کیس کے بارے میں مشورہ کروں۔ ڈی ایس پی سے پوچھا کہ عبد الحمید جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پہ الزام لگایا تھا کہ نعوذ باللہ آپ نے اس کو قتل کے لئے بھیجا ہے کیا وہ پولیس کے قبضہ میں ہے یا ابھی چرچ کے پاس ہے۔ تو اس سوال پر کہتے ہیں انگریز ڈی ایس پی چونکا کیونکہ اسے اچانک احساس ہوا کہ پولیس نے ایک بہت بڑی غلطی کی ہے کیونکہ پولیس نے عبد الحمید کو اپنی حراست میں نہیں رکھا بلکہ چرچ کے پاس ہی رہنے دیا اور کہتے ہیں وہ اسی وقت بھاگتا ہوا گیا کہ میں ابھی آتا ہوں۔ کچھ دیر کے بعد جب وہ انگریز ڈی ایس پی واپس آیا تو اس نے کہا کہ ہم سے بڑی غلطی ہو گئی تھی کہ ہم نے عبد الحمید کو چرچ کے پاس ہی رہنے دیا۔ اب ہم نے اسے اپنے قبضہ میں لے لیا ہے اور وہ مان گیا ہے کہ یہ کیس بالکل جھوٹا ہے اور مَیں نے چرچ سے رقم لینے کے لئے لالچ میں یہ کہانی گھڑی ہے۔ چنانچہ کیس چلا اور سب گواہیاں سننے کے بعد کرنل ڈگلس صاحب کہتے ہیں کہ مَیں نے مرزا صاحب کو باعزت طور پر بری کر دیا۔ فیصلہ سنانے کے بعد مَیں نے مرزا صاحب سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو استغاثہ کرنے والوں پر آپ ہرجانہ کا کیس کر سکتے ہیں۔ مگر انہوں نے فرمایا کہ نہیں! ہمارا مقدمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے مجھے کوئی ہرجانہ نہیں چاہئے۔

(ماخوذ از الفضل مورخہ 26 اگست 2010ء صفحہ 3 تا 5، مورخہ 27 اگست 2010ء صفحہ 3-4، مورخہ 30 اگست 2010ء صفحہ 5، مورخہ 18 مئی 2009ء صفحہ 3-4)

حضور انور فرماتے ہیں کہ یہ دو تاریخی واقعات ان کے ہیں۔ ایک تو پارٹیشن کے وقت حضرت مصلح موعودؓ کا سامان لانے کا اور ایک یہ کرنل ڈگلس کی کہانی۔ باقی واقعہ تو سنا ہی ہوا ہے لیکن یہ اتنا حصہ جو پہلے تھا وہ بہت کم لوگوں نے سنا یا پڑھا ہے۔

مجلس شوریٰ کے متفقہ مشورہ کے تحت جس کی منظوری حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے دی تھی اراکین مجلس انتخاب خلافت کے متعلق فیصلے ہوئے تھے۔ اس کی مختلف شقیں تھیں۔ شق نمبر 9 کے تحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اوّلین رفقاء جن کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام 1901ء سے پہلے کی کتب میں فرمایا ہے ان میں سے ہر ایک کا سب سے بڑا بیٹا اس کمیٹی میں شامل ہونا ضروری تھا۔ چونکہ آپ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے سب سے بڑے بیٹے تھے اس لیے انتخاب کمیٹی کے ممبر تھے۔ تاریخ احمدیت جلد 19 کے صفحہ 179 پر سید محمد احمد صاحب کا نام بھی درج ہے۔ آپ اس کے بعد بھی خلافت ثالثہ، رابعہ اور خامسہ میں انتخاب خلافت کمیٹی میں شامل ہوئے۔ آپ خلافت کے انتخاب کے متعلق بیان کرتے تھے کہ انتخاب کے وقت جو جذبات اور احساسات ہوتے ہیں اس سے مَیں گواہی دے سکتا ہوں کہ جو خلافت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے کیونکہ بعض دفعہ آدمی کچھ اور سوچ رہا ہوتا ہے لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنانا ہوتا ہے اس کے لئے ہی دل میں تحریک پیدا کرتا ہے۔

سامعین! آپ بہت دعا گو انسان تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو عشق تھا۔ آپ کی ایک صاحبزادی بیان کرتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت کا مطالعہ کرتے تو آنکھوں میں آنسو آ جاتے۔ بڑی محبت اور جذبات کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کا ذکر کیا کرتے تھے۔ دنیاوی سرگرمیاں بھی ہوں چاہے تیراکی ہے یا سیر ہے اس میں ہر وقت ذکرِ الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی یاد کو ہمیشہ سامنے رکھتے اور باپ ہونے کے لحاظ سے بھی بڑے شفیق باپ تھے۔ سارے بچوں کا خیال رکھا۔ بچوں کو سمجھاتے رہے۔ ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ اللہ کی عظمت کو ہر دن محسوس کرنے کی کوشش کرو۔ محض رسمی عبادت کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

سامعین! خاکسار سے آپ کا تعارف لاہور میں اُس وقت ہوا جب مجھے لاہور میں بطور مربّی ضلع خدمات بجالانے کا موقع مل رہا تھا۔ مَیں نے تین باتیں آپ کی طبیعت میں بہت پائیں جو کُوٹ کُوٹ کر آپ میں بھری ہوئی تھیں۔ اوّل اپنے اللہ پر انحصار اور توکّل۔ دوم خلیفۃُ المسیح سے پیار اور عقیدت اور سوم واقفینِ زندگی کی عزت و تکریم۔ ایک اور بات کا ذکر نہ کروں تو یہ تقریر ادھوری رہ جائے گی وہ آپ کا دینی اور دُنیاوی علم تھا جس میں حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کا کلام اور خلفائے کرام کے خطبات وخطابات تھے جن سے آپ اپنی باتوں کو مزیّن کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مَیں آپ کے گھر واقع لاہور میں آپ سے ملنے کے لئے گیا تو ایک وسیع لائبریری پائی جس میں جماعتی کتب کے علاوہ غیروں کی بے بہا کتب انگریزی، اردو، فارسی اور عربی کی دیکھیں۔ آپ کی انگلش بہت شُستہ تھی اور اِسے فَر فَر بولتے تھے۔

آپ جب بھی خاندان حضرت مسیحِ موعودؑ کی کسی شادی پر یا کسی فوتیدگی پر ربوہ آتے تو مَیں آگے بڑھ کر سلام کرتا تو پیار سے مجھے اپنی طرف کھینچ کر اپنے قریب بٹھا لیتے اور علمی باتیں شروع کر لیتے۔ میرے سے آپ کی آخری ملاقات مکرم پیر معین الدین صاحب کی وفات پر ہوئی جب رات کو علمی محفل قائم ہوئی اور گھنٹوں آپ کی علمی گفتگو سے ہم بہت سے احباب محظوظ ہوتے رہے۔ اللھم اغفر لہٗ وارحمہ

آپ کی وفات 13 جولائی 2017ء کو لاہور میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 92 برس تھی۔

مورخہ 21 جولائی 2017ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے فرمایا:

”خلافت سے تعلق بھی ان کا بہت مضبوط تھا۔ میرے ساتھ بھی خلافت کے بعد انہوں نے خاص تعلق رکھا اور اسے بڑھایا اور بڑا اخلاص و وفا کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیوں پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔“ (آمین)

قربِ رحمت مآب حاصل ہو
وصلِ عالی جناب ہو جائے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

❁❁❁❁